© rasailojaraid.com

فکر و نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیث حجتِ شرعیہ ہے

اللہ تعالےٰ ہمارا حاکمِ حقیقی ہے، ہم اُس کے احکام کے تابع ہیں۔

اللہ تعالےٰ کے احکام اس کے بندوں تک پہنچانے کا ذریعہ صرف اللہ تعالےٰ کے نبی ہیں جن کو اللہ تعالےٰ خود منتخب فرماتا ہے۔

اللہ تعالےٰ کے احکام کے مجموعہ کو اللہ تعالیٰ کا دین کہتے ہیں، اللہ تعالےٰ کے دین کا نام اسلام ہے اور اس دین کو ماننے والا مسلم کہلاتا ہے۔

اللہ تعالےٰ کے احکام کے دو ماخذ ہیں۔ قرآن مجید اور احادیثِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)، قرآن مجید کا ماخذِ احکام ہونا موضوعِ بحث نہیں، اس وقت موضوعِ بحث صرف احادیث کا ماخذِ احکام ہونا ہے۔

اگرچہ قرآنِ مجید کے ماخذِ قانون ہونے کا ابھی تک کھلم کھلا انکار نہیں کیا گیا۔ تاہم دبے دبے الفاظ میں یہ تو کہا جانے لگا ہے کہ یہ ۱۴۰۰ سال پرانا قانون اس دور میں نہیں چل سکتا۔

جیسا کہ اوپر لکھا گیا، قرآن مجید کا ابھی تک ظاہری طور پر انکار نہیں ہوا لیکن معنوی طور پر ہو چکا ہے۔ قرآن مجید کی وہ تشریح جو عہدِ رسالت سے چلی آرہی تھی اس کا انکار کیا جا چکا ہے۔ مزید برآں قرآنِ مجید کو اپنے خود ساختہ معانی و نظریات کا تابع کر دیا گیا ہے۔ اگر ان ملحدین کو قرآن مجید کی کوئی آیت ان کے نظریہ کے خلاف نظر آتی ہے تو قرآن مجید کی اس آیت کو توڑ مروڑ کر اپنے نظریہ کے مطابق کر لیتے ہیں اور عام لوگوں کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ ہم نے قرآن مجید کی روشنی میں یہ نظریہ قائم کیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ اس طرح قرآن مجید اب نظریات و قوانین کی اساس نہیں رہا بلکہ ان کے خود ساختہ نظریات اب اساسِ دین بن گئے ہیں۔ قرآن مجید کو ظاہری طور پر مانا جا رہا ہے۔ حقیقی طور پر نہیں۔

اس مختصر تمہید کے بعد اب ہم حدیثِ رسولؐ کے ماخذ احکام ہونے کے مسئلہ پر بحث کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ۔ (جمعہ ۲)

وہ اللہ ہی ہے جس نے اُمیّوں میں، ان ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان کو اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے۔ ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اس سے پہلے یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض منصبی تین ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کی آیات سنانا۔
۲۔ تزکیہ نفس کرنا یعنی قلوب کو تمام روحانی گندگیوں سے پاک کرنا۔
۳۔ کتاب اور حکمت کی تعلیم دینا۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام صرف اللہ تعالیٰ کی آیات سنانا ہوتا تو کہا جا سکتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محض ایک قاصد تھے جو پیغام دے کر چلے گئے۔ آپؐ کی ذات سے ہمارا کوئی تعلق نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو صرف قاصد ہی بنا کر نہیں بھیجا بلکہ مزکّی و معلم بھی بنا کر بھیجا اور آپؐ کی ذات سے بھی ہمارا تعلق پیدا ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہمارے تعلق کی دو صورتیں ہیں جو اس آیت میں بیان کی گئی ہیں۔ تزکیۂ نفس اور تعلیم کتاب و حکمت۔

تزکیۂ نفس

تزکیۂ نفس سے مراد یہ ہے کہ دل کو امراضِ روحانی سے پاک کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو امراضِ روحانی سے شفا حاصل کرنے کا طریقہ بتاتے ہیں۔ کسی مرض کے علاج میں صرف نسخہ ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ اس نسخہ کا طریقۂ استعمال بھی ضروری ہوتا ہے۔ طریقۂ استعمال بتانا طبیب کا کام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طبیبِ روحانی ہیں۔ لہٰذا جب تک آپؐ کے بتائے ہوئے طریقہ پر نسخہ استعمال نہیں کیا جائے گا کوئی مفید نتیجہ برآمد نہیں ہو گا، اور کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے طبیب ہیں۔ لہٰذا آپؐ کا بتایا ہوا طریقہ استعمال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے منظور شدہ ہونا لازمی ہے۔ یعنی تزکیہ نفس کے سلسلہ میں جو جو باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائیں یا انجام دیں وہ سب منجانب اللہ ہیں اور جو باتیں منجانب اللہ ہوں ان کے حجت ہونے میں کیا شبہ ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ تزکیہ نفس کے سلسلہ میں جو احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائیں وہ تمام کی تمام حجت ہیں۔

تعلیم کتاب و حکمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارے تعلق کی دوسری صورت آپؐ کا معلم کتاب و حکمت ہونا ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو چیزوں کی تعلیم دیتے ہیں۔ کتاب کی اور حکمت کی۔ اگر کتاب سے صرف قرآنِ مجید مراد ہے تو پھر حکمت قرآنِ مجید کے علاوہ کوئی اور چیز ہوئی۔ قرآنِ مجید کے علاوہ جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے اپنی اُمت کو دی وہ احادیث ہی ہیں لہٰذا حکمت سے مراد احادیث ہوئیں۔

آیتِ بالا کی رو سے احادیث جزو شریعت ہوئیں۔ لہٰذا احادیث حجت شرعیہ اور ماخذِ قانون ہوئیں۔

منکرینِ حدیث کا خیال ہے کہ کتاب سے بھی قرآن مجید مراد ہے اور حکمت سے بھی قرآن مجید ہی مراد ہے۔ اگر ہم یہ بھی فرض کرلیں تو بھی اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں قرآن مجید کی تعلیم دیتے ہیں۔ آپؐ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے معلم ہیں۔ یعنی آپؐ قرآن مجید صرف سناتے ہی نہیں بلکہ سمجھاتے بھی ہیں۔ تشریح و توضیح بھی کرتے ہیں۔ اگر آپؐ کا کام صرف سنانا ہی ہوتا تو پھر "یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ آیَاتِه" کہنا کافی تھا۔ لیکن آیتِ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کا فرضِ منصبی یہ بھی تھا کہ آپؐ ان آیات کی تعلیم بھی دیں۔ ظاہر ہے کہ تعلیم دیتے وقت معلم بہت سی باتوں کی تشریح کرتا ہے اگر وہ تشریح نہ کرے تو پھر وہ صرف سنانے والا ہو۔ پھر اُسے قاری تو کہہ سکتے ہیں، معلم نہیں کہہ سکتے۔ اور کیونکہ آیتِ بالا کی رو سے آپؐ معلم ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؐ اس منصب پر فائز کیے گئے ہیں۔ لہٰذا آپؐ کی تشریح کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ماننا پڑیگا اور اس لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تشریحات منجانب اللہ ہونے کی وجہ سے بالکل حق اور منشائے الٰہی کے عین مطابق و موافق ہوں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی تشریح کبھی غلط نہیں ہوگی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کی غلط تشریح پر کبھی خاموش نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا وہ تمام تشریحات اور عملی تفصیلات جو احادیث میں پائی جاتی ہیں۔ منجانب اللہ ہیں اور اس بنا پر وہ حجتِ شرعیہ اور ماخذِ قانون ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک شبہ اور اُس کا ازالہ

کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی تشریح کرتے وقت بھی قرآن مجید کی آیات ہی پڑھ دیا کرتے تھے۔ ایک آیت کی تشریح دوسری آیت سے کر دیا کرتے تھے۔ لیکن اُس کا یہ قول محض دعویٰ ہی دعویٰ ہو گا۔ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہو گا۔ مثلاً "الصلوٰۃ" کسے کہتے ہیں؟ قرآن مجید میں اس کی تشریح کہاں ہے، وہ کونسی آیت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ" کی تشریح میں پڑھی؟ ظاہر ہے کہ ایسی کوئی آیت نہیں جس میں "اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ" کی تشریح ہو لہٰذا یہ دعویٰ بے بنیاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی تشریح قرآن مجید سے کرتے تھے۔ اِلّا ماشاء اللہ!

اگر تشریح کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآنِ مجید کی آیات تلاوت فرماتے تھے تو پھر یہ "تلاوتِ آیات" ہی کا منصب ہوا جس کا ذکر "یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ" میں کیا گیا ہے۔ دوسرا کوئی منصب نہیں ہوا۔ ایسی صورت میں "یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ" کی حقیقت کچھ بھی نہیں رہتی اور آپؐ کا صرف ایک منصب رہ جاتا ہے یعنی آیات کی تلاوت کرنا اور یہ چیز آیت زیر بحث کی رُو سے بالکل بے بنیاد اور باطل ہے۔

اگر ہم یہ فرض کر بھی لیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیات کی تشریح کرتے وقت آیات ہی پڑھتے تھے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپؐ کو کس نے بتایا کہ فلاں آیت، فلاں آیت کی تشریح کرتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ کسی کے بتانے کی ضرورت نہیں تھی۔ جو شخص بھی قرآنِ مجید کی آیات میں غور و تفکر کرے گا وہ سمجھ لے گا کہ کونسی آیت کونسی آیت کی تشریح کرتی ہے تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ کسی معلم کی ضرورت ہی نہیں اور قرآن مجید کا یہ جملہ "یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ" لایعنی ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتاتا تھا کہ فلاں آیت سے فلاں آیت کی تشریح ہوتی ہے تو یہ کونسی وحی تھی جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی تھی؟ کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ قرآنِ مجید کے علاوہ کوئی سلسلہ وحی تھا جو قرآن مجید کی تشریح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی کرتا تھا۔ اسی سلسلۂ وحی کو حدیث کہتے ہیں۔ لہٰذا حدیث کے حجتِ شرعیہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

بعض آیات کے معنی بغیر حدیث کے حل نہیں ہوتے

قرآنِ مجید کی بعض آیات ایسی بھی ہیں جن کا کوئی حل ہمارے پاس نہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ (بقرہ ۱۹۷) حج کے چند مقرر مہینے ہیں۔

کسی آیت سے ثابت نہیں ہوتا کہ یہ مہینے کون سے مہینے ہیں۔ ایسی صورت میں اس آیت پر کیسے عمل ہو سکتا ہے؟ کیا اس آیت کی وضاحت کے لئے حدیث کی ضرورت نہیں؟ یقیناً ضرورت ہے لہذا حدیث حجتِ شرعیہ ہے۔

بعض آیات ظاہری مفہوم کے اعتبار سے ناممکن العمل ہیں

قرآنِ مجید کے بعض احکام ناقابلِ عمل معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ" (بقرۃ: ۱۵۰) "اور جہاں کہیں بھی تم ہو مسجد حرام کی طرف منہ کرو۔"

آیتِ بالا کا مفہوم یہ ہے کہ ہر وقت، ہر حالت میں منہ قبلہ کی طرف ہونا چاہیئے اور یہ قطعاً ناممکن ہے، قرآنِ مجید سے ثابت نہیں ہوتا کہ یہ حکم کس وقت کے لئے ہے البتہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم نماز کے وقت ہے اور اس تشریح کے بعد ہی اس آیت پر عمل ہو سکتا ہے، ورنہ نہیں، اور جو چیز قرآنِ مجید کو ممکن العمل بنائے وہ یقیناً حجّت ہے لہذا حدیث حجت ہے۔

حدیث کو حجّت نہ ماننے کے نتائج: افتراق والحاد و بدعات

افتراق اگر قرآنِ مجید کی آیات کے کوئی معنیٰ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر نہ ہوں تو قرآنِ مجید بازیچۂ اطفال بن جائے گا۔ جو معنیٰ جس کی سمجھ میں آئیں گے وہی اس کے نزدیک حق ہوں گے اُمت میں ایک ہولناک اختلاف اور ایک عظیم تفرقہ پھیل جائے گا۔ امتِ مسلمہ فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی جیسا کہ عملاً تقلید کی وجہ سے ہو چکا ہے۔ کیونکہ تقلید انکارِ حدیث ہی کی ایک خفی صورت ہے۔ تقلیدی فرقوں میں حدیث کا انکار تو کسی نہ کسی بہانہ سے ہوتا رہا لیکن اپنے مذہب کے باطل مسئلہ کا انکار نہیں کیا گیا۔ موجودہ تقلیدی فرقوں کا وجود اس پر ایک کھلی دلیل ہے۔ الغرض فرقہ بندی کو روکنے کا اگر کوئی ذریعہ ہے تو وہ صرف حدیث ہے۔ حدیث ہی پر سب متفق ہو سکتے ہیں کسی اور چیز پر نہیں۔ اگر حدیث کو حجّت نہ مانا جائے تو فرقہ بندی پیدا ہوگی اور یہ اللہ تعالیٰ کی منشاء کے قطعاً خلاف ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے "وَلَا تَفَرَّقُوْا" اور جو چیز اللہ تعالیٰ کی منشا پورا کرنے کا ذریعہ ہو وہ یقیناً حجّت ہوگی لہذا حدیث حجّت ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الحاد و بدعات بعض لوگ نیک نیتی سے اور بعض لوگ بدنیتی سے قرآن مجید کے ایسے معنی کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کا دین اپنی اصلی حالت میں باقی نہیں رہے گا۔ نیک نیتی بدعات کا دروازہ کھول دے گی اور بدنیتی الحاد کا، اس طرح بدعات اور الحاد کا ایک عظیم سیلاب آئے گا جسے روکنا دشوار ہی نہیں قریباً ناممکن ہو جائے گا۔ جیسا کہ علماً تصوف اور تجدد پسندی اجو انکارِ حدیث ہی کی قسمیں ہیں) کے باعث آچکا ہے، اس ابتداع اور الحاد کے انسداد کے لئے ضروری ہے کہ قرآنِ مجید کے کوئی ایسے معین معنی ہوں جن کے خلاف کوئی معنی نہ کر سکے اور یہ معین معنی بالاتفاق اسی ہستی کے مسلم ہو سکتے ہیں جس پر سب بالاتفاق ایمان لائے ہیں اور ایسی ہستی سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کی نہیں۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہی قرآن مجید کے معنی متعین کرنے کا واحد ذریعہ ہیں اور جو چیز قرآنِ مجید کے معنی متعین کر کے بدعات اور الحاد کے روکنے کا سبب ہو وہ یقیناً حجت ہونی چاہیئے۔ لہٰذا حدیث حجت ہے۔

۱۔ اگر قرآنی حکومت موجود نہ ہو تو پھر قرآنِ مجید کی مشکلات کو حل کرنے کی کیا صورت ہوگی؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآنی حکومت صدیوں سے معدوم ہے، کیا ان ادوار میں افتراق والحاد رد کرنے کا کوئی ذریعہ تھا یا نہیں؟ ضرور تھا اور وہ حدیث تھی۔ موجودہ دور میں بھی قرآنی حکومت کہیں نہیں تو کیا اس دور میں الحاد و بدعلت کو رد کرنے کا کوئی ذریعہ ہے؟ کوئی ذریعہ نہیں سوا حدیث کے۔ قرآنی حکومت دائمی چیز نہیں لہٰذا وہ اس درد کا مداوا نہیں ہو سکتی۔ اس درد کے علاج کے لئے دائمی تریاق چاہیئے نہ کہ عارضی۔

۲۔ قرآنی حکومت کے معدوم ہو جانے کے بعد دوبارہ قرآنی حکومت کونسا فرقہ قائم کرے گا؟ ہر فرقہ اپنی قائم کردہ حکومت کو قرآنی حکومت قرار دے گا اور اپنی من مانی کارروائیوں اور الحاد کو قرآنی حکومت کے مرکزی تشریح قرار دیتے ہوئے نافذ کرنے کی کوشش کرے گا۔ کیا اس فساد اور بگاڑ کا کوئی علاج ہے؟ خود مرکزِ ملت ہی جب فتنہ اٹھائے تو اس کا استیصال کیسے ہوگا؟

۳۔ یہ چیز بھی بعید از قیاس نہیں کہ دورِ الحاد میں وہ لوگ جو صحیح اسلام پر چل رہے ہوں کسی ظالم حکومت کا تختۂ مشق بن جائیں، اصل اسلام کو نیست و نابود کیا جائے اور نام ہر وقت قرآنی حکومت کا لیا جائے۔ لہٰذا یہ فرض کر لینا کہ قرآنی حکومت الحاد اور احداث کا سدِ باب کر سکتی ہے۔ طفل تسلی سے زیادہ کچھ نہیں۔

۴۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آج کوئی قرآنی حکومت، قرآن مجید کی کسی آیت کے کوئی معنیٰ متعین کرے اور آئندہ زمانہ کی کوئی قرآنی حکومت اسی آیت کے دوسرے معنیٰ متعین کرے، کیا قرآن مجید کی دونوں تعبیریں صحیح ہوں گی؟

۵۔ عربی میں بعض الفاظ لغت اضداد سے ہوتے ہیں یعنی ایک ہی لفظ کے دو معنیٰ ہوتے ہیں اور وہ دونوں معنےٰ ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہیں۔ اب اگر دو مختلف زمانوں کی قرآنی حکومتیں قرآن مجید کی کسی آیت کے ایسے معنےٰ کریں جو ایک دوسرے کی ضد ہوں تو کیا یہ صورت معقول ہوگی؟ کیا دونوں متضاد معنوں کو قرآن مجید کی صحیح تعبیر کہا جائے گا؟

۶۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی زمانہ میں مختلف ممالک میں مختلف قرآنی حکومتیں قائم ہو جائیں اور ہر قرآنی حکومت اپنے ملک میں قرآن مجید کی آیتوں کے ایسے معنےٰ کرے جو دوسری قرآنی حکومت میں نہ مانے جاتے ہوں، بلکہ بعض اوقات لغت اضداد کی وجہ سے بالکل متضاد معنیٰ ہوں تو بتلایئے کہ ان مختلف ممالک کی قرآنی حکومتوں کے مختلف بلکہ متضاد معنوں میں سے کون سے معنیٰ صحیح ہوں گے؟ ایک ہی قرآنی حکم کی ایک ہی زمانہ میں مختلف تعبیریں ہوں گی۔ کس تعبیر کو منشائے الٰہی کے مطابق سمجھا جائے اور کس کو مخالف سمجھا جائے؟ کیا ایسی حالت میں یہ مصرعہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صادق نہیں آئے گا۔ ع

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا

ایک غیر مسلم کے لئے یہ موقع کتنا مضحکہ خیز ہوگا۔ بلکہ اس کی مضحکہ خیزی سے تو ایک مسلم بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آئینِ الٰہی انسان کی بے راہ روی پر کچھ پابندیاں عائد کرتا ہے لیکن یہ کیسا آئین کہ کچھ بھی پابندی عائد نہیں کرتا بلکہ کھلی چھٹی دے دیتا ہے کہ جو چاہو سو کرو اور قرآن مجید کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لو تاکہ یہ کوئی نہ کہہ سکے کہ فلاں شخص یا فلاں حکومت نے قرآن مجید کے خلاف کیا۔ گویا یہ لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں حالانکہ یہ خود اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں۔

منافقوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ (بقرہ ۔ ۹)

"یہ لوگ اللہ اور ایمان والوں کو دھوکا دیتے ہیں حالانکہ وہ کسی کو دھوکا نہیں دیتے مگر اپنے آپ کو لیکن انہیں شعور نہیں۔"

خلاصہ

مندرجہ بالا مباحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مرکزِ ملت یا قرآنی حکومت کے بس کی یہ بات نہیں کہ وہ افتراق، الحاد اور احداث کو روک سکے، قرآنی حکومت دائمی چیز نہیں کہ ہر وقت اور ہر زمانہ میں ہر جگہ ہر فرد یا ہر جماعت کا ساتھ دے سکے۔ قرآنِ مجید کے معانی کے لئے کسی دائمی چیز کی ضرورت ہے جس سے ہر دور اور ہر زمانہ میں ہر فرد اور ہر جماعت مستفیض ہو سکے اور ایسی چیز سوائے حدیث کے اور کیا ہو سکتی ہے؟ الحاد، افتراق اور بدعات کے سدِّ باب کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے وہ یہ کہ جس رسول پر ہم ایمان لائے ہیں، جس کا کلمہ ہم سب پڑھتے ہیں اور جس کی منزلت وبزرگی پر ہم سب متفق ہیں اس کی تشریح کو تسلیم کر لیں اور اپنے اختلافات کو ختم کر دیں۔ اپنے افہام اور خواہشات کو اس کا تابع کر دیں۔ اپنے اجتہادات، مذہبی روایات، خود ساختہ فقہی اور تقلیدی مذاہب کو خیر باد کہہ کر قرآنی احکام کی تشریح وتوضیح کے لئے صرف احادیث کو حجت تسلیم کریں۔ جب تک یہ نہیں ہوگا فرقے باقی رہیں گے۔ فتنے پھیلتے رہیں گے اور ان کو پھلنے پھولنے کا موقع ملتا رہے گا۔ فقط!

© rasailojaraid.com